Iḥyā ʾal ʿulūm, Vol.:21, Issue: 02,July-Dec 2021
PP: 17-39

OPEN ACCESS
Iḥyā ʾal ʿulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok..com

خواتین کا حق کسب معاش اور ملکی معاشی ترقی میں کردار

Women's Roles and Rights in the Means of Earning and Nation's Economic Growth

Dr Abdul Haye Madni
Associate Professor, NED University, Karachi
Dr Sumbal Ansar
Assistant Professor, University of Sindh, Madrasat-ul-Islam, Karachi
DOI: (https://doi.org/10.46568/ihya.v21i2.117)

Abstract

Women are the most important members of the society. Islam is the only religion where women are given their due rights in the light of rights and duties without discrimination. As we know that in human society there have been opinions based on discrimination against women's character and role. Prophet Mohammad (PBUH) has completed all aspects of prophet-hood and nothing can be added and removed in it. And the most important thing is that Prophet (PBUH) has shed ample light on women's social and economic role. This elaboration of women's social and economic role has uncovered the fact that during the time of Prophet Mohammad and spread of Islam women have participated to their utmost to benefit Islam. Among different aspects of women's liberation one aspect is their right of trade and business ownership which is complete contrast against western concept of women liberation. Though in Islam, women are not obligated to earn for living, but Islam gives them proper right in certain economic issues like, Feminine services, breastfeeding, incubation, and medicine and women surgeries.In the light of mentioned example we conclude that women are one of the most important part of economic welfare of the society, and there is no place of Western claim that Islam has made women "a disabled part".

In the light of Prophet Mohammad's (PB UH) character and sayings all possible means of earning for women and their level

CC BY

of participation is discussed and elaborated in accordance with the following professions: trade, agriculture, labor, handicraft. In this brief article following topics will be discussed:

1. *Women's monetary right in the light of prophet's Teachings.*
2. *Legitimate means of earning for women (in accordance with modern era)*
3. *Illegitimate means of earning for women (in accordance with modern era)*
4. *Suggestions and recommendations.*

***Keywords**: Women,Economy,Legitimate,Earning,Role,Modern Era.*

ابتدائیہ:

خواتین معاشرہ کی ایک اہم اکائی ہیں۔ ادیانِ سماویہ میں صرف اسلام ہی یکتا دین ہے جس نے خواتین کو ان کا فطری و جائز مقام عطا کیا ہے۔ دینِ اسلام متوازن دین ہے جس میں افراط و تفریط کی کوئی گنجائش نہیں۔ جبکہ انسانی معاشرہ میں خواتین کے کرداراور ان کی کارگذاری کے متعلق ہمیشہ افراط و تفریط پر مبنی نظریات کارفرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے نبوت و بعثت کے تمام تقاضوں اور مقاصد کی تکمیل کر دی ہے۔ جس میں سب سے اہم ترین پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارتباط و معاشرتی تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی معاشی ذمہ داریوں پر بھی شافی بحث کی ہے۔ جس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ عہد رسالت میں خواتین نے اُمت کے اجتماعی امور میں بھرپور حصہ لیا اور اس کے ایک سے زائد اطراف ہیں اور انہی اطراف میں اہم ترین پہلو خواتین کا حقِ خرید فروخت اور ان کا حق کسبِ معاش ہے جس سے مغرب کے گمراہ کن نظریات اور حقوق نسواں اور آزادی نسواں کی تحریکوں کے نام پر انہیں گھر سے نکال کر بازار کی زینت بنا دینے کی شدت سے نفی ہوتی ہے۔ گو کہ اسلام نے خواتین پر کمانے کی ذمہ داری نہیں رکھی لیکن انہیں اسکا حق دیا گیا اور معاشی امور میں کچھ امور تو ایسے ہیں جن کا مدار صرف نسوانی خدمات پر ہی ہے جس کی واضح مثالیں نبوی دور میں رضاعت، حضانت، نسوانی ختنہ گری، طبابت و جراحت خواتین وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

اس سے خواتین کا معاشرہ کی ترقی میں بھرپور شرکت کا تصور ملتا ہے اور مغرب کے گمراہ کن تصور کی نفی بھی ہوتی ہے کہ اسلام نے خواتین کو عضوِ معطل بنا دیا ہے بلکہ اسلام نے جو فطری فرائض ان پر عائد کیے ان کی ادائیگی سے پہلو تہی یا تغافل کسی صورت جائز نہیں اور ان فرائض کی کما حقہ ادائیگی کے بعد وہ عطا کردہ معاشی حقوق کو اختیار کر سکتی ہیں۔

اُسوہ حسنہ کی روشنی میں خواتین کا کسبِ معاش کے ممکنہ ذرائع میں شرکت سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے جو درج ذیل ہیں: تجارت، زراعت، دستکاری و حرفت، مزدوری۔

اس مختصر مقالے میں جن موضوعات پر بات کی جائے گی وہ درج ذیل ہیں:

- خواتین کا معاشرہ میں مقام و مرتبہ
- خواتین کے مالی حقوق سیرت طیبہ کی روشنی میں
- خواتین کے کسب معاش کے جائز ذرائع (عصر حاضر کے مطابق)
- خواتین کے کسب معاش کے ممنوع ذرائع (عصر حاضر کے مطابق)
- تجاویز و سفارشات

خواتین کا معاشرہ میں مقام و مرتبہ:

اسلام نے انسان کو جو عزت و وقار عطا کیا ہے اس میں مرد خواتین دونوں برابر کے شریک ہیں، اور اللہ تعالی کے احکامات میں برابر کے شریک ہیں اور اسی طرح آخرت میں اجر و ثواب میں بھی برابر ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور یقینا ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی"[۱]

نیز فرمایا: "اور عورتوں کے لیے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ"[۲]

مزید فرمایا: "پس اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہر گز ضائع نہیں کرونگا"۔[۳]

یہ وہ رتبہ و مقام او تکریم ہے جو صرف اسلام نے خواتین کو دیا ہے۔ کوئی اور مذہب یا قانون اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ اس کے بالمقابل سابقہ مذاہب اور معاشروں میں خواتین کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا ہے اُس کے مطابق تو عورت کو مرتبہ انسان سے ہی محروم کر دیا گیا تھا جس کی واضح مثالیں رومن ایمپائر، ہندوستان، ایران، یونان وغیرہ کے ثقافتی و معاشرتی احوال میں ملتی ہیں حتی کہ سماوی مذاہب کا بھی تحریف و تبدل کے بعد یہی حال تھا۔

بلکہ ڈیڑھ سو سال قبل انگلینڈ میں ہنری ہشتم نے انگریز عورت پر کتاب مقدس پڑھنا حرام قرار دیا، حتی کہ ۱۸۵۰ میلادی تک عورتوں کو شہری ہی شمار نہیں کیا گیا، اور ان کے لیے ۱۸۸۲ میلادی تک کوئی کسی قسم کے حقوق شخصی نہیں تھے۔[۴]

اور دور حاضر میں یورپ اور امریکہ اور دوسرے صنعتی ممالک میں عورت ایک ایسی تخلیق ہے جو صرف اور صرف خرید و فروخت کی تشہیر اور تجارتی اغراض کے لیے استعمال ہوتی ہے ان تمام کیفیات کا مقابلہ اس آیت سے کیا جا سکتا ہے:

"اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ"[۵]

عورت کو اللہ نے عزت و احترام دے کر واضح کر دیا کہ عورت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ یا تو وہ ماں اور بیوی ہو گی یا پھر بیٹی اور بہن کے روپ میں اور اس حوالے خصوصی قوانین بھی مشروع کیے۔

اسلام نے خواتین کو محدود تصورات اور نظریات کے چنگل سے آزاد کروا کے مرد کے مساوی درجہ عطا کیا ہے۔ اس کے بر عکس دیگر مذاہب و اقوام بالخصوص یورپ جو عورت کے حقوق کا علمبردار بنتا ہے اس نے ہمیشہ خواتین کی عظمت، آزادی، اور سماج میں اس کے حقوق کو نہ صرف سبوتاژ کیا بلکہ اس کو اپنا مملوکہ اور محکومہ بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا نے عورت کے مفاد کے لیے سینکڑوں قوانین وضع کیے تاہم عورت نے اپنے حقوق و مراتب کو صرف اسلام میں ہی پایا ہے۔

اسلام میں عورتوں کے مقام و مرتبہ کو اس پہلو سے بھی واضح کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے خواتین کو دستوری حقوق عطا

کیے ہیں۔ عورت اپنے دستوری حقوق میں مرد کے ہم پلہ و مساوی ہے۔ کچھ شرعی اختلافات (جو مبنی بر فطرت و حکمت ہیں) کے علاوہ دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ وہ مدعی و مدعی علیہ، بائع و مشتری، راہن و مرتہن، او قاف کی ذمہ دار، ورثہ کی ولی اور یتیموں کی وصی و سرپرست وغیرہ بننے کا کامل اختیار رکھتی ہے۔کتاب وسنت میں بیشمار مقامات پر عورت کی پرورش و نگہداشت کی فضیلت، اس کے حقوق کی پاسداری، شرعی تکالیف اور ثواب وجزا میں مرد سے اس کی مساوات کا تذکرہ اور ہدایات موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةًوَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"[6]

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے"۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: استوصوا بالنساء خیراً(7) عورتوں کے ساتھ خیر کا معاملہ کرو۔

اس طرح سے اسلام نے عورت کی تکریم کرتے ہوئے بزمِ حیات میں اس کا درجہ بلند کیا ہے۔ اس کی فطری خواہشوں اور تقاضوں کو مانتے ہوئے اس کہ حقوق وواجبات کا تعین کیا ہے۔مزید برآں وہ اپنے حقوق کی پامالی پر احتجاج و مدافعہ کرنے کا اختیار بھی رکھتی ہے۔خواتین کے حقوق اور ان کے تحفظ کے لیے اسلام نے جو عظیم الشان اقدامات اُٹھائے ہیں اُن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

نفقہ کا وجوب:

عورت کے حقوق میں سر فہرست شوہر پر نفقہ کا حق ہے، اور یہ حق اس صورت میں بھی باقی رہتا ہے جبکہ بیوی شوہر سے زیادہ مالدار ہو۔

ارشادِ باری ہے:

"يُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ"[8]

"خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے"۔

ظلم وایذارسانی کی ممانعت: اسلامی تعلیمات عورت کو مادی و معنوی ایذارسانی پہنچانے کو ناجائز اور ممنوع قرار دیتی ہیں۔

حسنِ معاشرت کی تاکید:

اماں عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي".[9]

"تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے ایسا ہی ہوں"۔

مالی تصرفات اور مادی حقوق کا اجراء:

عورت کو اپنے مال میں سے جملہ جائز تصرفات کا اختیار ہے۔ خرید و فروخت، تجارت، ہبہ، وقف، وصیت، قرض کا لین دین وغیرہ تصرفات میں وہ خود کفیل ہے اور شوہر، باپ، بھائی وغیرہ کی رضامندی کی محتاج نہیں

ہے۔ بے شمار شرعی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ"[۱۰]

بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو۔

آیتِ میراث میں مذکور ہے:

"مِنْ بَعْدِوَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْدَيْنٍ"[۱۱]

جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے۔

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ عورت کو وصیت و قرض جیسے مالی تصرفات کی مکمل آزادی ہے اور ان تصرفات میں وہ مرد کے مساوی ہے۔ عموماً عورتیں اپنے شوہر یا اولیاء حضرات کے ساتھ مل کر تجارت، گھر کی تعمیر یا کسی قرابت دار کو قرض دینے میں اپنا مال لگا دیتی ہیں۔ اس عمل میں فی نفسہ کوئی برائی نہیں ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ ایسی کسی مالی مشارکت میں گواہوں اور توثیقی دستاویزات کی تیاری کو اکثر حالات میں نظرانداز کر دیا جاتا ہے، جو کہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ بسا اوقات عورت کی جانب سے ایسی کسی تجویز یا یاددہانی کو زرپرستی، کم ظرفی اور بے وفائی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنا کتابتِ دین کے شرعی حکم کی کھلی مخالفت ہے۔

فرمان باری ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ"[۱۲]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اس حکمِ شرعی کی مخالفت کا بڑا نقصان عورتوں کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ عام طور پر ازدواجی تعلقات میں ذرا کشیدگی پیدا ہوتے ہی اس قسم کی کسی بھی مالی مشارکت یا تجارت سے انکار کر دیا جاتا ہے۔

متعدد مسائل میں مردوں پر فوقیت:

شریعتِ اسلامی نے متعدد مسائل میں خواتین کی گواہی اور رائے کو اہمیت دی ہے اسلام نے عورت کی فطرت، اس کے تشخص اور طبعی حقوق کی حفاظت کا اہتمام کیا ہے ، بطور دلیل ہم تو مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱. صلہ رحمی میں باپ پر ماں کی فضیلت

۲. میراث میں مرد پر فضیلت۔

خواتین کی اپنے شرعی حقوق سے جہالت کے بہت سے اسباب ہیں، ذیل میں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

خلافِ شرع عرف و عادت کی پیروی:

(۱) معاشرہ میں عورتوں کی کسمپرسی اور مردوں کا تسلط

(۲) مسلم ذرائع ابلاغ کی بے اعتنائی

(۳) مستقبل سے خوف اور حالات سے سمجھوتا کرنے کا رجحان

(۴) عورتوں کا عدالت سے مراجعہ کو معیوب سمجھنا

ذیل میں عورت کے اہم دستوری حقوق کی نشاندہی کی گئی ہے:

حقِ مراجعتِ قضاء، حقِ وکالت، حقِ شہادت (گواہی)، حقِ ولایت، حقِ زوجیت، حقِ کفالت، شوہر سے حسنِ معاشرت کا مطالبہ، اخراجات کا مطالبہ، رہائش کا مطالبہ، مہر کا مطالبہ طلاق دینے کا مطالبہ، فسخِ نکاح کا مطالبہ، خلع کا مطالبہ، عقدِ نکاح میں مذکورہ شرائط کی انجام دہی کا مطالبہ، بیویوں میں عدل کا مطالبہ، اثبات ونفیٔ نسب کا مطالبہ، بچوں کی زیارت وملاقات کا مطالبہ، کفالت وپرورش کا مطالبہ۔

کامیاب عورت کا معیار:

مغربی سماج میں کامیاب معاش رکھنے والی خاتون کو "کامیاب عورت" تصور کیا جاتا ہے یعنی جو خاتون مالی طور پر خود کفیل ہو پر آسائش سہولیات کی حامل ہو۔ باپ یا شوہر پر انحصار نہ کرتی ہو۔اس کا سبب بنیاد طور پر یہ ہے کہ مغربی دنیا میں عورت کا معیشت میں حصہ ڈالنا اہم ہے۔کامیاب عورت کا موجودہ بنیادی تصور سرمایہ دارانہ نظام سے لیا گیا ہے۔ جس کی بنیاد نفع اور مادی فوائد پر مشتمل ہے۔ چنانچہ وہ عورت جو کاروبار کر رہی ہے وہ کامیاب عورت ہے۔ کیونکہ وہ معاشی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتی ہے۔اس کے برعکس گھریلو خواتین چونکہ معاشی لحاظ سے کوئی کردار ادا نہیں کر رہیں اس لیے انہیں کامیاب عورت کے بجائے منفی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اسلام میں کامیاب عورت کا تصوراسلام میں خواتین کی کامیابی کا معیار اُن کی معاشی سرگرمیوں پر نہیں۔ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ شریعت کے تابع ہیں یا نہیں؟ متقی ہیں یا نہیں؟۔ لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق کامیاب عورت وہ ہے جو کہ اللہ کے احکامات کی پیروی کرے یہی کامیابی کا صحیح معیار ہے۔اسلام فطری دین ہے اس لیے جن اُمور میں مرد وخواتین کی فطری صلاحتیں یکساں ہیں ان معاملات میں اسلام نے ان پر فرض بھی ایک جیسے عائد کیے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ البتہ جہاں فطری طور پر فرق رکھا گیا ہے وہاں فرائض بھی مختلف عائد کئے ہیں، لہٰذا باپ اور خاوند کو خاندان کی کفالت اور تحفظ کیا ذمہ دیا گیا ہے۔ جبکہ عورت کو شوہر اور بچوں کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت اوراُن کی فلاح وبہبود کی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والی ہیں"[۱۳]

خواتین کے مالی حقوق:

خواتین بنی نوع انسان کا نصف حصہ ہیں اللہ نے جو فرائض ان سے متعلق کئے ہیں ان میں لطافت ونرمی، پاکیزگی ووفاشعاری، حیاونزاکت اس طرح یکجا کیے ہیں کہ یہ محبت ومودت سے سرشار ہوں۔ صنفِ لطیف کے وجود کا ایک خاصہ یہ ہے اس کو ایسی قوتِ کشش دی گئی ہے جو ہمیشہ مردوں کی محبت کا محور ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ خواتین جسمانی اعتبار سے کمزور ہوتی ہیں اس لیے مردوں کے ظلم وزیادتی اور استحصال کا شکار بھی ہوتی رہتی ہے اور یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ عورتوں کی عصمت کا سودا، اُن کی خرید وفروخت ہوتی رہی ہے۔آج کے مہذب معاشرے میں شکل بدل گئی ہے جیسا کہ اس کے جسمانی حسن کو تجارتی تشہیر کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور اسے عریاں کر کے پیسہ کمایا جاتا ہے۔ یعنی صرف عنوان بدلا ہے اور آج یہ سب کچھ روشن خیالی، آزادی نسواں اور حقوق نسواں کے نام پر کیا جارہا ہے۔

آپ ﷺ کی آمد کے وقت، معاشرہ زبوحالی کا شکار تھا۔ غلاموں اور خواتین کے ساتھ ناروا سلوک رکھنا عام بات تھی۔ سب سے مظلوم اور سب سے قابل رحم یہی طبقہ تھا۔آپ ﷺ نے غلاموں اور خواتین کے ساتھ اچھے برتاؤ کی بھرپور تلقین کی؛ اور انسانیت کو ایسا نظام قانون عطا کیا جو برابری، مساوات پر مبنی ہے۔جو ہر مرحلہ پر خواتین کے حقوق کی تائید کرتا، اُس کی فراہمی یقینی بناتا ہے۔ غرض یہ کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں خواتین کو خصوصی حقوق دیئے ہیں۔ ہم یہاں عورت کے مالی حقوق کا مختصراً احاطہ درج ذیل نکات کی صورت میں کر سکتے ہیں:

۱۔ میراث، ہبہ و وصیت

۲۔ خواتین کا نفقہ اور ضروریاتِ زندگی

۳۔ حق مہر

۴۔ کسبِ معاش کے مختلف ذرائع سے استفادہ

۵۔ تصرفِ املاک کا حق

میراث، ہبہ و وصیت:

اسلام کی آمد سے پہلے خواتین کا میراث میں کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا عمومی تصور یہ تھا کہ جو لڑنے اور مدافعت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہی وارث ہیں اور اُن ہی کو صرف وراثت میں سے حصہ دیا جائے گا۔، یہودیوں میں وراثت پہلوٹھے کو دی جاتی تھی، ہندو مذہب میں بھی خواتین کا میراث میں کوئی عمل دخل نہیں تھا، یورپ میں بھی انیسویں صدی تک خواتین کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا، واحد اسلام نے ۱۴ سو سال قبل مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی وراثت میں شریک کیا ہے۔ ہبہ اور وصیت میں بھی اسلام نے لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق روا نہیں رکھا۔

خواتین کا نفقہ اور ضروریاتِ زندگی:

اسلام نے مردوں کو بنیادی طور عورتوں کا کفیل مقرر کیا ہے۔، قرآن کے مطابق مرد " قوّام " یعنی سربراہ خاندان ہیں، مرد چونکہ عورتوں کی ضروریات پورا کرتا ہے اور اس کا سرپرست ہوتا ہے،

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ "[۱۴]

شریعت میں اس امر کی تاکید ہے کہ اگر مرد و عورت یکساں درجہ کے رشتہ دار ہوں اور نفقہ کے مستحق ہوں تو خاتون کو مرد پر فوقیت دی جائے گی۔

مثلاً: بیٹی کی شادی تک اُس کا نفقہ واجب رہے گا۔ جبکہ بیٹے کا نفقہ بالغ ہونے کے بعد اُس وقت واجب ہو گا، جب کہ وہ معذور ہو، اسی طرح اگر کوئی مالی صلاحیت کی عدم موجودگی کی وجہ سے ماں اور باپ دونوں کی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو تو ماں کا نفقہ باپ کے نفقہ پر مقدم ہو گا۔

حق مہر:

مہر ایک اہم مالی ذمہ داری ہے، جو عصمتِ انسانی کے احترام کے طور پر ادا کیا جاتا ہے، مہر نکاح کے واجبات میں سے ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَآتُواالنِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً" [۱۵]

"اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو"

عائشہؓ نے ' نحلہ " کا ترجمہ ' فریضہ ' سے کیا ہے اور ایک معروف عالم لغت نے کہا ہے کہ "عربی زبان میں ' نحلہ ' واجب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے" [۱۶]

اس لئے مہر کا مقرر کرنا اور اس کا ادا کرنا واجب ہے۔

کسبِ معاش کے ذرائع:

شریعت نے گھریلو ذمہ داریوں کو زوجین میں باہم تقسیم کر دیا ہے۔ حلال رزق کمانا کر لانا خاوند کہ ذمہ ہے جبکہ خواتین کو اُمور خانہ داری کی ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔ دونوں کے باہمی تعاون سے ہی گھریلو نظام متوازن طریقہ سے چل سکتا ہے اور یہ کہنا کہ عورت گھر کی نوکرانی ہے صحیح تعبیر نہیں۔ بلکہ درست یہ ہے کہ عورت گھر کی "مالکہ" ہے۔

اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَالْمَرْأَة رَاعِيةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجها وَوَلَدِه" [۱۷]

" یعنی عورت گھر کی ذمہ دار اور اس کی انچارج ہے"

خواتین کے اندر جتنی بھی لیاقت وصلاحیت ہو مرد اُسے معاش کے لیے مجبور نہیں کر سکتا، یہ مرتبہ عورتوں کے لیے سراسر رحمت ہے۔ اس کے برعکس مغرب میں عورتوں سے دوہری خدمات لی جاتی ہیں۔ بچوں کی پرورش اور گھریلو کام کاج کے ساتھ ساتھ کسبِ معاش کے لیے نوکری بھی کرنی پڑتی ہے۔ اور معاشی سرگرمیوں میں بھی شریک ہونا پڑتا ہے۔

مغربی ممالک میں خواتین کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گھروں سے باہر نکالا گیا، تاکہ وہ بھی مردوں کی طرح معاشی سرگرمیوں میں مشغول رہیں۔ نتیجتاً خاندانی نظام تتر بتر ہو گیا، طلاق کی شرح بڑھ گئی، نکاح کا مقدس رشتہ پل بھر میں ٹوٹنے لگا، بچے والدین کی محبت سے محروم ہوگئے، اور اپنی شناخت کھو بیٹھے، تھکے ماندہ پسینہ میں شرابور خاوند کے لیے وہ پُرسکون محبت بھری نگاہوں سے استقبال کرنے والی شریک حیات کا تصور معدوم ہو گیا۔ بالکل اسی طرح وفا شعار اور اپنی شریک حیات کے لیے بے لوث محبت رکھنے والے خاوند بھی ناپید ہوگئے۔ جبکہ اسلام نے عورتوں کو اپنے سرپرست والد یا شوہر کی اجازت کے ساتھ شرعی حدود میں رہ کر کسبِ معاش کی سرگرمی میں حصہ لینا چاہے، تو اس کی گنجائش ہے۔

اپنی املاک میں تصرف کا حق:

اسلام سے قبل موجودہ نظاموں میں خواتین کو ملکیت کا اختیار ہی نہیں تھا۔ بلکہ اُس کو بھی جائیداد اور مالک گردانا جاتا تھا۔ جبکہ اسلام نے عورت کو املاک میں تصرف کا حق دیا، اُسے اپنے اموال کا مالک بنایا اور اُس کو یہ حق دیا کہ وہ جہاں چاہے اسے اپنی خوشی سے خرچ کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے والے دونوں مرد و عورت کی تعریف کی "والمتصدقین والمتصدقات" [۱۸] رسول اللہ ﷺ نے نماز عید کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں خواتین کو مخاطب کر کے خاص طور پر انہیں صدقہ کی تلقین کی۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا بچھایا، رسول اللہ ﷺ ان کو صدقہ کی تلقین کرتے جاتے اور خواتین انگوٹھیاں وغیرہ بلالؓ کے کپڑے

میں ڈالتی جاتیں (۱۹)

حضرت زینبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا:

"تصدقن ولومن حليكن" ۲۰

"اے خواتین کی جماعت صدقہ کیا کرو چاہے اپنے زیور ہی سے کر پاؤ"

بلکہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت صدقہ وخیرات کے معاملہ میں خاوند کی اجازت کی پابند نہیں ہے وہ جتنی بھی مقدار میں خرچ کرے گی اُس کا اجر اُسے ملے گا؛ بلکہ اُس کا خاوند بھی اجر وثواب میں برابر کا شریک سمجھا جائے گا، چنانچہ ام المومنین عائشہؓ سے مروی ہے کہ "عورت اگر اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرلے تو اس کو بھی اجر ملے گا اور اتنا ہی اجر اس کے شوہر کو بھی ہوگا اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوگی" ۲۱

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح بالغ ہونے کے بعد اپنی املاک میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہے۔ شادی شدہ خواتین اپنی املاک کو خرچ کرنے میں خاوند کی اجازت کی پابند نہیں۔ جس طرح بھی چاہیں وہ دنیوی فوائد کے حصول کے لیے استعمال کرسکتی ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے مال کو صدقہ اور ہبہ بھی کرسکتی ہیں۔ ہاں البتہ یہ بہتر ہے کہ اگر انہیں حالات وواقعات کا صحیح اندازہ نہ ہو تو اور تجارت کا زیادہ تجربہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اپنے والیان باپ یا خاوند سے مشاورت کرلیا کریں؛ تاکہ ہر قسم کے نقصان سے بچ سکیں اور خود ان کے مالی فوائد کا بھی تحفظ ممکن ہوسکے۔

اسلام میں عورت کے لیے کسب معاش کے جائز ذرائع:

اسلام میں عورت کو کسب معاش کے لیے کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے کی اجازت ہے اپنے بنیادی فرائض کے ادائیگی کے ساتھ۔

البتہ کچھ مخصوص پیشے ہیں جو خواتین کے لیے ممنوع ہیں جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

منصب حکمرانی:

یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے جو اس لیے عورتوں پر نہیں ڈالی گئی کہ وہ مرد سے کم تر یا حقیر ہیں، بلکہ اس کی ممانعت کے خاص دلائل موجود ہیں۔ اسلام میں منصبِ حکمرانی فخر یا برتری کی علامت نہیں بلکہ یہ ایک قابل گرفت بھاری ذمہ داری ہے جس میں عوام الناس کے اُمور وحقوق کی دیکھ بھال سر فہرست ہے جس میں کمی یا کوتاہی کا مرتکب قابل محاسبہ ہے۔ ہر وہ کام جس میں عورت کی نسوانیت محور معاش ہو، منع ہے۔ مثلاً: کوئی بھی تشہیری کام، ماڈلنگ وغیرہ جس میں عورت کی نسوانیت کا ناجائز فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ کام جس میں عورت کو ستر کھولنا پڑے، یا اپنی زیب وزینت سے مردوں کا مائل کرنا مقصود ہو، یہ اس لیے کہ اسلام نے خواتین کو عزت بخشی ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے وجود کی حفاظت کرے نہ کہ ذریعہ معاش کے طور پر استعمال کی جائے۔

مذکورہ حدود میں رہ کر ایک عورت کاروبار کرسکتی ہے، ڈاکٹر بن سکتی ہے، سائنسدان بن سکتی ہے، انجینیر بن سکتی ہے، یا پھر استاد بن سکتی ہے وغیرہ۔ اس طرح وہ معاشرہ کی فلاح وبہبود کے لیے کردار ادا کرسکتی ہے۔ عہد رسالت میں سی مسلمان خواتین کام کیا کرتی تھیں۔ ایک صحابیہ کلاؓ تجارت کیا کرتی تھیں۔ خود زوجہ رسول ﷺ حضرت سودہؓ جانوروں کی کھالوں کو

رنگنے کا کام کرتی تھیں۔ جابر بن عبداللہؓ کی چچی کاشت کاری کیا کرتی تھیں۔ اسی طرح بہت سی خواتین جنگ کے دوران زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ ایسی بہت سی ایسی روایات موجود ہیں کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضور ا سے اپنے تجارتی معاملات سے متعلق سوال کیا کرتی تھیں تاکہ ان معاملات میں اسلام کا حکم معلوم ہو سکے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک عورت کو قاضی حسبہ بنایا تھا۔[۲۲]

مغربی تصورات کے مطابق کامیاب عورت کی حیثیت ایک ذریعہ معاش سے زیادہ کچھ نہیں۔ سماجی اہمیت تب تک ہے جب تک وہ انہیں کما کر ادے رہی ہے۔ مذکورہ بالا شروط وآداب کے ساتھ اس کی واضح مثال سعودی وزارت تجارت کی سالانہ رپورٹ کے مطابق سعودی خواتین کی طرف سے رجسٹر کرائی گئی تجارتی کمپنیوں کی مجموعی تعداد ۵۴۲۳۱ ہو گئی ہے۔ ایک سال پہلے ۲۰۱۲ میں یہ تعداد ۴۴۰۴۷ تھی۔ واضح رہے سعودی وزارت تجارت نے خواتین کی تجارتی شعبے میں حوصلہ افزائی کرنے کے لیے کئی ایک پروگرام متعارف کرائے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق خواتین کو کمپنیوں کے بورڈ اف ڈائریکٹرز کا رکن بننے اور اور ہر طرح کی تجارتی و صنعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔ اب تک خواتین کے کاروباری شعبے میں سرمایہ کاری ۳ ارب سعودی ریال تک پہنچ چکی ہے، مجموعی طور پر کمپنیوں میں خواتین کی کمپنیوں کا حصہ چار اعشاریہ تین ہے۔ وزارت تجارت نے خواتین کی حوصلہ افزائی کے لیے خصوصی اقدامات کیے ہیں۔[۲۳]

خواتین کے کسبِ معاش کی مختلف صورتیں:

خواتین کے کسب معاش میں حصہ لینے کی ممکنہ صورتین درج ذیل ہیں:

تجارت:

تجارت سے مراد خرید وفروخت ہے، یعنی کسی شے کو خود یا اپنے نمائندہ کے ذریعہ خریدنا اور پھر نفع کے ساتھ اسے خود یا نمائندہ (وکیل) کے ذریعہ فروخت کر دینا، خواتین کے لیے کسی چیز کا خریدنا اور بیچنا دونوں جائز ہے، اماں عائشہؓ نے بریرہؓ کو ان کے آقا سے خریدا تھا[۲۴] اسی طرح شفاء عدویہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ عطرفروش تھیں، اسی طرح اسماء بنت مخربۃ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عطر بیچا کرتی تھیں، ان کے بیٹے عبداللہ ابن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ یمن سے ان کے پاس عطر بھیجتے تھے، وہ اسے فروخت کرتیں اور شیشی میں رکھ کر حوالہ کرتیں، نیز جن کے ذمہ پیسے ہوتے، ان کا اندراج بھی کر لیتیں[۲۵] اسی طرح ایک صحابیہ حولاء عطر فروش تھی جس کی وجہ العطارہ نام مشہور ہو گیا تھا[۲۶] اسی طرح قیلہ انماریہ رضی اللہ عنہا کے تجارت کے احوال بھی موجود ہیں۔[۲۷] صحیح بخاری کتاب البیوع کی کچھ احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتاہے کہ متعدد خواتین اس دور میں کپڑا بننے کا کام کیا کرتی تھی۔ [۲۸]

ان احادیث کی روشنی میں یہ اُصول طے ہے کہ خرید وفروخت کے لیے عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے، مرد ہونا شرط نہیں ہے، خواتین بھی شرعی حدود میں رہتے ہوئے سامان کی خرید وفروخت کر سکتی ہیں، یا اپنے نمائندہ (وکیل) کی وساطت سے تجارت کر سکتی ہے۔ نبہان التمارؓ کے تجارتی حالات میں ایک خاتون کا ذکر آتا ہے جو یہی کاروبار کرتی تھی[۲۹]

زراعت اور زرعی آمدن:

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ شعبہ زراعت میں مرد وعورت دونوں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ خواتین کے لیے

شرعی حدود لازم ہیں۔ خواتین خود بھی زراعت میں حصہ لے سکتی ہیں اور دوسروں کے ذریعہ بھی کاشت کاری کروا سکتی ہیں۔ "رسول اللہؐ غزوۂ تبوک کے موقع سے تشریف لے جارہے تھے آپؐ نے وادیِ قریٰ میں ایک خاتون کو دیکھا جو اپنے باغ میں تھیں آپؐ نے زکوۃ کی مقدار کا اندازہ کرنے کے لئے باغ کی پیداوار کا اندازہ فرمایا"، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ باغ اُن ہی خاتون کا تھا اور وہ خود اس کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔[۳۰] اسی طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد کی جائداد ثقیف وطائف سے کچھ حصہ ملا تھا۔ اسی طرح عائشہ اور زینب رضی اللہ عنہما کی زرعی جائدادیں طائف اور مکہ المکرمۃ میں تھی اور بعض انصاری خواتین کی زرعی جائدادیں مدینہ منورہ میں تھی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ "میری خالہ کو طلاق ہو گئی تھی وہ اپنے کھجور کے پھل توڑنا چاہتی تھیں ایک صاحب نے ان کو نکلنے سے منع کیا اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صورتِ حال پیش کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کیوں نہیں اپنی کھجور توڑ اس لئے کہ اُمید ہے کہ تم اس سے صدقہ کرو گی یا کوئی بہتر کام کرو گی"۔[۳۱] یعنی خواتین باغبانی اور کاشت کاری کے ذریعہ بھی کسبِ معاش کر سکتی ہیں۔

صنعت وحرفت:

اسلام نے خواتین کو بھی اُن کی صلاحیت ولیاقت کے مطابق صنعت و حرفت کے مواقع فراہم کیے ہیں، اسلامی تاریخ میں بھی ہمیں ایسے شواہد بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً: بعض صحابیات کا خنجر بنانا، بارڈ والی چادر کا بننا[۳۲] اسی طرح عبداللہ ابن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ جو کچھ کاریگری سے واقف تھیں خود عبداللہؓ اور ان کے بچے بے روزگار تھے، اُنھوں نے حضور اسے دریافت کیا کہ میں اپنی رقم عبداللہ ابن مسعودؓ پر اور بچوں پر خرچ کر دیتی ہوں، صدقہ نہیں کر پاتی، کیا مجھے اس پر اجر ملے گا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

" لک فی ذلک أجر ما أنفقت علیهم "[۳۳]

دورِ جدید میں نت نئی سائنسی ایجادات نے کسب معاش کے لیے نئی راہ ہموار کر دی ہیں، جن میں خواتین، شرعی دائرے میں رہ کر کام کر سکتی ہیں۔

اجارہ:

اجارہ بھی ایک بہتر ذریعہ آمدن ہے، یعنی اپنی املاک کو کرایہ پر دے کر اُس پر اُجرت حاصل کرنا، یہ کام مرد و خواتین دونوں کے لیے جائز ہے عورت بھی مرد کی طرح اپنی چیز کو کرایہ پر دے سکتی ہے۔ اجارہ کا ایک اور پہلو یہ ہے کسی بھی کام کا ذمہ اپنے اوپر لے کر اس کی تنخواہ لینا یعنی نوکری اور ملازمت کرنا۔ یہ بھی شرعی دائرے میں رہتے ہوئے خواتین کے لیے جائز ہے ۔والد اور شادی کے بعد خاوند کی رضامندی شامل ہو۔ اجیر ہونے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں۔

شریعت نے خواتین کو کو کسب معاش کی ذمہ داری سے دور رکھا ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت احکام شریعت کی پابندی کے ساتھ سرپرست کی اجازت سے سے معیشت میں حصہ ڈالنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر صورتحال مثلاً: شوہر بیوی بچوں کی ضروریات کا خیال نہ رکھتا ہو، یا شوہر نے چھوڑ رکھا ہو۔ اس طرح کی تمام صورتوں میں عورت کما سکتی ہے اور وہ اپنی کمائی کی اکیلی مالک ہے۔ وہ اپنی کمائی کو خود اپنی اور اولاد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خرچ کرے اور اپنے خاوند کو کچھ نہ دے، تاہم اس کے باوجود بیوی بچوں کے اخراجات شوہر پر ہی واجب رہیں گے۔

سرمایہ کاری:

کسبِ معاش کی چند صورتیں وہ ہیں، جن میں بالواسطہ سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور نفع حاصل کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں تین صورتیں سب سے زیادہ اہم ہیں: مضاربت، شرکت، مزارعت

مضاربت:

مضاربت میں فردِ واحد کا سرمایا لگتا ہے۔ جبکہ دوسرے فرد کی محنت ہوتی۔ البتہ فائدہ میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔

شرکت:

شرکت میں ایک سے زائد افراد سرمایہ لگاتے ہیں جبکہ فائدے میں سب شریک ہوتے ہیں۔

مزارعت:

مزارعت یہ ہے خود کاشت کاری کرنے کے بجائے کھیت کسی کسان کہ ذمہ کر دیا جائے اور پھر کٹائی تک کے امور طے کر لیے جائیں۔

ان تینوں صورتوں میں انسان کام میں شریک ہوئے بغیر فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ سرمایہ کاری کی راہیں خواتین کے لیے بھی یکساں کھلی ہوئیں ہیں۔ خواتین اپنا مال مضاربت میں لگا کر فائدہ لے سکتی ہیں۔[۳۴] وہ کسی کمپنی میں بھی اپنا سرمایہ لگا سکتی ہیں ،اسی طرح اپنی زمینیں کاشت کاری کے لیے دے کر اُس کی پیدوار کی صورت میں نفع حاصل کر سکتی ہیں۔؛ کیونکہ سرمایہ کاری کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، خواتین بھی ان صورتوں میں اپنا مال لگا کر نفع حاصل کر سکتی ہیں۔

طب وجراحت:

خواتین کا ایک اہم شعبہ آمدنی علاج و معالجہ بھی ہے اور اس ضمن میں رفیدہ، کعیبہ، ام سنان وغیرہ کا ذکر مجاہدین اسلام کے مفت علاج سے متعلق عام ہے (مفت علاج و معالجہ کی سہولیات صرف مہمات وغزوات تک ہی محدود ہو سکتی تھی۔ یہ بھی مبنی بر قیاس ہے۔ لیکن عام حالات میں یہ ایک پیشہ وارانہ ذریعہ آمدن ہے بعض احادیث سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات کا طب کے شعبہ میں ماہر ہونا اُس زمانہ میں بہت اہم تھا۔ "غزوہ اُحد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں سے بہتے خون کا علاج کیا تھا چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھ دی تھی اور خون بند ہو گیا تھا"[۳۵] اسی طرح "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں اسماء بنت عمیس وام سلمہ رضی اللہ عنہما نے تیل میں کھلی ملا کر بنائی گئی دوا زبردستی منہ میں ڈال دی تھی"[۳۶]

بعد کے ادوار میں بھی خواتین اس حوالے سے مشہور ہوئیں جیسا کہ ام الحسین بنت القاضی ابن جعفر جو بحیثیت طبیبہ مشہور تھی۔ اسی طرح ایک خاتون جو نسوانی امراض کے علاج کے لیے بہت مشہور تھی جن کا نام الحفیظ بن زہر بلکہ ان کی بیٹی کا نام بھی بطور طبیبہ مشہور ہوا۔ حتی کہ ایک زینب نامی ایک خاتون جو کہ ماہر امراض چشم تھی[(۳۷)]

اور موجودہ دور میں میٹرنیٹی ہومز میں ولادت کے امور کی ذمہ داریاں زیادہ تر خواتین کے پاس ہی ہوتی ہیں گو کہ کچھ سرجری جیسے معاملات میں مرد حضرات بھی ان کی معاونت کرتے ہیں اور اسی خواتین کے لیے خواتین معالجات ہی ہوں تو زیادہ بہتر ہوتا ہے بلکہ سیرت طیبہ میں موجود مثالوں سے تو اس امر کی بھی وضاحت ملتی ہے کہ بوقت ضرورت یہ خواتین مردوں کا

بھی علاج کر سکتی ہیں۔

ملازمت کرنا:

سیرت طیبہ کا اس حوالے بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ بیشتر خواتین کا ذریعہ آمدنی مزدوری کے مختلف اقسام کے کام تھے اور اور وہی زیادہ تر مردوں کے بھی تھے۔ تجارت زراعت اور دستکاری کے بقیہ تین پیشے اور ذرائع آمدن تو خاص اور محدود طبقات کے تھے۔ اس حوالے سے خواتین کا ہنر مند ہونا اور اسے ہنر کا ذریعہ معاش بنانا معاشرتی اور معاشی ترقی میں اہم کردار ہو سکتا ہے یہاں تک کہ بعض خواتین سے خالص مردوں والے کام بھی ملتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی والدہ چرواہے کا کام کرتی تھیں اور ساتھ میں خدامہ بھی تھیں اور حیران کن امر یہ ہے صرف جانور چرانا ہی نہیں بلکہ جانوروں کا دودھ دھونا اوران کو مالکان تک پہنچانا جیسے کام بھی صحابیات سے منسوب ملتے ہیں [۳۸]

عورتیں اسلامی تعلیمات کی پاسداری کرتے ہوئے نوکری کر سکتی ہیں۔ تاہم چند اُمور کا اہتمام کرنا لازم ہے: خواتین کی انچارج خاتون افسر ہوں، خواتین کا شعبہ مردوں کے شعبہ سے الگ ہو، خواتین اور مردوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ ہو، یہ اس لیے کہ مردافسران اپنے ماتحت غریب خواتین کو عہدوں پر ترقی، پرکشش تنخواہ جیسی لالچ دے کراُن کو غلط مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔

اسلام اس تصور کی نفی کرتا ہے کہ خواتین کو معاش کا حق حاصل نہیں۔ اسلام نے تو عورتوں کے کسب معاش کے لیے متعدد راستے ہموار کیے ہیں۔ اور خواتین کو جو یہ غلط فہمی ہے کہ مردوزن کے اختلاط سے روکنا ان کے معاش کو محدود کرنا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ حد بندی تو سو فیصد خواتین کے فائدے اور ان کے کسب معاش کے مواقع بڑھانے کے لیے ہے۔ مثال کے طور پر صحت اور تعلیم وتدریس کے شعبہ کا جائزہ لیں۔ اگر لڑکیوں کے لیے الگ ہسپتال ہوں جہاں پورا نظام خواتین کے ہاتھ میں ہو تو آپ تصور کیجیے کہ خواتین ڈاکٹر، نرس اور بشمول تمام طبّی اور غیر طبّی عملہ کی طلب میں کتنا اضافہ ہو جائے گا۔ اسی طرح مخلوط تعلیمی نظام کو ختم کر کے لڑکیوں کے لیے علیحدہ اسکول، کالجز اور یونیورسٹیاں قائم کی جائیں تو خاتون اساتذہ بشمول تمام غیر تدریسی عملہ واسٹاف کی ضرورت بڑھ جائے گی۔ اسی طرح زندگی کے تمام شعبہ جات پر قیاس کر لیجیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اختلاط سے روکنا اور پردہ کا حکم دراصل خواتین کے کسب معاش کے مواقع میں اضافہ کرتا ہے اُسے بڑھاتا ہے نہ کہ اُن کے راستہ میں رکاوٹ یا کمی کا باعث بنتا ہے۔

درج بالا کسب معاش کے مواقعوں کے علاوہ بھی کچھ ایسے پیشے تھے جو قبل از اسلام اور بعد از اسلام عورتوں نے اپنے لیے منتخب کیے جن کی جدید صورتیں آج بھی موجود ہیں مثال کے طور پر:

مشاطہ:

مشاطہ سے مراد وہ خواتین جو شادی بیاہ اور تقریبات کی مناسبت سے خواتین کی زیب وزینت وآرائش میں ان کی مدد کرنا اور اس زیب وزینت میں بالوں کی آرائش اور چہرے پر کچھ دیسی ٹوٹکوں کا استعمال وغیرہ شامل ہے۔ امہات المومنین میں سے کچھ کے بوقت نکاح باقاعدہ زیب وزینت کے حوالے سے اہتمام کی تفصیلات میں اس پیشہ سے منسلک خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جیسا کہ ام سلیمؓ۔ ان کی جدید اشکال بیوٹی سلون یا بیوٹی پارلر ہیں۔ موجودہ بیوٹی پارلرز میں زیب وزینت کے حوالے

سے زیادہ تر ایسے امور شامل ہیں جو اسلام میں ممنوع ہیں لیکن اگر ان بیوٹی سلونز یا پارلرز میں ان ممنوعہ کاموں کو روک دیا جائے تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، جیسا کہ پلکوں کا بنایا جانا، دانتوں کی تراش خراش، بالوں کے کٹوانے میں مردوں کی مشابہت وغیرہ۔اور سب سے اہم ترین ممنوعہ امر موجودہ بیوٹی پارلرز میں میک اپ کے بعد حجاب کا اختیار کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے لیکن اگر ان ممنوعہ اُمور کو ختم کر دیا جائے تو خواتین اس ذریعہ کو اختیار کر سکتی ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس کی اصل موجود ہے۔

قابلہ:

ولادت اطفال کے حوالے سے زمانہ قدیم میں جو خواتین مدد کرتی تھی انہیں اس زمانے میں قابلہ اور ہمارے معاشرے میں دائی کہا جاتا ہے حیات طیبہ میں ایک خاتون سلمیٰؓ کا ذکر بطور خاص آتا ہے جنھوں نے آپ ﷺ کی تمام اولاد کی پیدائش میں بطور دائیہ کام کیا تھا۔ایک اور خاتون ام انمار بنت سباعؓ کا ذکر بھی آتا ہے[39]

موجودہ دور میں ولادت کے لیے جو زچہ خانے بنائے گئے ہیں ان میں زیادہ تر خواتین ہی بطور دائیہ فرائض انجام دیتی ہیں اور یہ واضح بات ہے کہ اسے بطور پیشہ اختیار کیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات میں اس کی کوئی ممانعت اور حرج نہیں۔اور اس میں اہم امر یہ ہے کہ ولادت اطفال سرجری اور سرجری دونوں طریقوں میں دائیوں کو بطور خاص مہارت حاصل ہوتی ہے جسے ہم آج کے دور میں ولادت بذریعہ آپریشن کہتے ہیں۔

حاضنہ:

کمسن بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کے لیے خواتین کا ایک مخصوص طبقہ جو" انا" کہلاتا ہے۔جس میں گھروں کی خادماؤں کے علاوہ آزاد خواتین بھی بطور پیشہ یہ ذمہ داریاں انجام دیتی ہیں ۔ ام ایمنؓ اس کی روشن مثال ہیں۔اسی طرح آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات بھی ایسی ہی ایک خاتون کی گود میں ہوئی۔اس کی عصری مثال ہم ڈے کیئر سینٹر سے تعبیر کر سکتے ہیں جس میں ایسی خواتین جو ملازمت کی وجہ سے اپنے بچوں پر مطلوبہ توجہ نہیں دے سکتی تو دوران ملازمت یا اوقات ڈیوٹی اپنے بچوں کو ایسے مراکز میں چھوڑ دیتی ہیں جہاں خواتین ان کی دیکھ بھال کرتی ہیں یا اپنے ہی گھروں میں ایسی خواتین کی خدمت مستعار لے لی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ حسب ضرورت خواتین کی خدمت بطور پیشہ مستعار لی جاسکتی ہیں جیسا کہ حیات طیبہ اور حیات خلفائے راشدین سے ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ جنگ کے دوران بطور علاج و نرس، یا بازار میں پرائس کمیٹی کی ذمہ داری، عدالت و امن وسلامتی کے حوالے سے محدود پیمانے پر کوئی ذمہ داری دی جائے۔دور جدید میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ الغرض تاریخ مسلمانانِ عالم متعدد مثالیں موجود ہیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ عہد نبوی ﷺ اور دور خلافتِ راشدہ، دور بنی امیہ، بنو عباس وغیرہ میں عورتوں کو معاشی سرگرمیوں اور حلال ذرائع اختیار کرنے کی مکمل اجازت تھی اور اس حق کو ابھی بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن بنیادی شرط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے جس کا ذکر ابتداء میں کیا جا چکا ہے۔

خواتین کے کسب معاش کے ممنوع ذرائع (عصر حاضر کے مطابق):

خواتین کے کسب معاش کے ممنوع ذرائع کے حوالے سے بنیادی قاعدہ کو ملحوظ خاطر رکھا جائے یعنی کوئی بھی ایسا کام

جس میں عورت کی نسوانیت کا ناجائز فائدہ اٹھایا جائے جیسا کہ ماڈلنگ اور تشہیر کا کام وغیرہ۔ اسی طرح وہ ایسا کام بھی نہیں کر سکتی جس میں ستر پوشی کی خلاف ورزی ہو، یا زیب وزینت کے ذریعہ نامحرموں کو متوجہ کرنا ہو اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام عورت کو باعزت دیکھنا چاہتا ہے نہ کہ معاشی مشین۔

اس حوالے سے درج ذیل قواعد کو مدنظر رکھا جائے بصورت دیگر وہ ذریعہ جائز نہیں ہو گا۔

معیشت کے حوالے سے بنیادی دینی تعلیمات کی پابندی

۱۔ اخلاقیات کی پاسداری

۲۔ حجاب کی پابندی

۳۔ آزادانہ اختلاط سے اجتناب

۴۔ اظہار زینت کی ممانعت

۵۔ قبل از نکاح باپ اور بعد از نکاح شوہر کی اجازت

بنیادی گھریلو ذمہ داریوں کی مکمل انجام دہی:

خواتین کے لیے ممنوعہ ذرائع جو عصر حاضر میں بہت زیادہ کثرت سے پائے جاتے ہیں درج ذیل ہیں

ماڈلنگ:

مختلف مصنوعات کی تشہیر کے لیے خواتین کا اشتہاری مہم کو بطور معاش اختیار کرنا کسی بھی حالت میں درست نہیں حتی کہ مکمل حجاب کے ساتھ بھی اس امر کی اجازت نہیں ہے کیونکہ عورت تشہیر کا ذریعہ نہیں ہے موجودہ دور کی ماڈلنگ کا بنیادی عنصر بے حیائی اور فحاشی ہے اسلام نے بے حیائی اور فحاشی وعریانی کو نہ صرف حرام قرار دیا ہے بلکہ اُس کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ "[۴۰]

" اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں اور خواہ وہ پوشیدہ ہوں"۔ بلکہ قرآن نے تو بے حیائی پھیلانے کو پسند کرنے والا بھی عذاب کا مستحق قرار دیا ہے

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ لا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"[۴۱]

"بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ (ایسے لوگوں کے عزائم کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"

مندرجہ بالا آیات اس امر کی تصریح کرتی ہیں کہ ہر وہ عمل جو فحاشی اور عریانی کو فروغ کا باعث بنے وہ مسلمان مرد وعورت دونوں کے لیے حرام ہے۔ لہٰذا ہر وہ شعبہ جہاں سے بے حیائی پروان چڑھے اُس جگہ کام کرنا حرام ہے۔ کیونکہ شرم وحیاء کے احکامات پر عمل کرنا مرد وعورت دونوں کے لیے لازم ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

" قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْامِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ االلهَ خَبِيْرٌبِمَا يَصْنَعُوْنَ "[42]

"آپ مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لیے بڑی پاکیزہ بات ہے بے شک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں"۔

اسی طرح عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے:

"وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ "[43]

"اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اسی حصہ کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے اپنے گریبانوں اور سینوں پر ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کیا کریں"۔

لہٰذا عورت کے لیے ماڈلنگ اور شرم وحیاء کو ساتھ باقی رکھنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے ستر پوشی فرض ہے۔ بلا کسی شرعی عذر کے کسی کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔ اسی طرح فعلِ حرام سے حاصل ہونے والی تنخواہ بھی حرام ہے۔

ماڈلنگ کے حوالے سے اسلام کا موقف واضح ہو جانے کے بعد خواتین کا بطور کسب معاش کسی ڈرامہ اور فلموں میں کام کرنے کا حکم باآسانی متعین کیا جا سکتا ہے کہ ان کے جواز کا کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ صریح حرام ہے۔ اسلام نے تفریح طبع کے لیے بھی خواتین کے ایسے کسی کردار کی تائید یا حوصلہ افزائی نہیں کی۔

ائیر ہوسٹنگ:

کسی بھی سفری کمپنی میں میزبان کی حیثیت سے ملازمت کرنا عورت کی عزت وشان کے خلاف ہے کیونکہ اس میں حجاب کی بنیادی آداب وارشادات کی مکمل نفی ہوتی ہے بالخصوص فضائی کمپنی کی میزبان تو بغیر محرم کے سفر کرنے کے حوالے سے بھی شریعت کے احکام کی مخالفت کرتی ہیں۔

خاتمہ:

اسلامی نظامِ معیشت میں مردوں کی طرح خواتین کو بھی شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے کسبِ معاش اور ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے خواتین کو انسانی معاشرہ میں بلند مرتبہ سے ہمکنار کیا اُن کی عزت وآبرو، جان ومال اور اُن کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا اور اُن کو شرعی دائرے میں رہتے ہوئے دنیوی ترقی کے تمام مواقع فراہم کیے۔ جس کی تابناک مثالیں سیرتِ صحابیاتؓ میں ہمیں کثرت سے ملتی ہیں۔ اسلام حقوق نسواں اور آزادی نسواں کے تحفظ کا علمبردار ہے تاہم وہ مغربی تصورات اور اُن اذہان وکردار کی قطعی نفی کرتا ہے جو معاشرے میں حقوق نسواں اور آزادی نسواں کے خوشنما نعروں کی آڑ میں خواتین کی نسوانیت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اسلام میں خواتین کے کسب معاش اور ملکی ترقی میں ان کے کردار کا مقصد محض تشہیر، نمود ونمائش اور اپنی زیب وزینت سے مردوں کو مائل کرنا نہیں بلکہ ان کے ذمہ تو نسلوں کی آبیاری کرنا، صحتمند وتربیت یافتہ معاشرے کی تشکیل میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ خواتین ملکی

وقومی سطح پر خواتین سے متعلقہ تمام شعبہ جات میں شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے معاشی سرگرمیوں میں مردوں کی طرح اپنا حصہ ڈال سکتی ہیں۔ اس ضمن میں صحابیاتؓ کی مثالیں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ یہاں ہم خواتین، مجاز اداروں کے سربراہان اور حکومتی اتھارٹیز کے لیے چند تجاویز وسفارشات پیش کررہے ہیں جو اس سلسلہ میں ضرور معاون ثابت ہونگی۔

تجاویز وسفارشات:

۱. خواتین کے لیے ملازمت کے حوالے سے ایسے مناسب روزگار کا بندوبست کیا جائے جہاں ان کے حجاب واسلامی اخلاق تعلیمات کی مخالفت کا پہلو نہ پایا جائے اور تبرج الجاہلیہ سے اجتناب کرنا ممکن ہو۔
۲. مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط نہ ہو اور جہاں ناگزیر ہو وہاں شرعی اصول وضوابط کو مدنظر رکھا جائے۔
۳. جن اداروں میں خواتین ملازمت کرتی ہیں بہتر تو یہ ہے کہ وہاں ڈے کیئر سینٹر بنائے جائیں تاکہ وہ اپنے اصل فرض سے پہلو تہی نہ کریں۔
۴. نوکری پیشہ خواتین کے ملازمانہ حقوق کے حوالے سے باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہیے۔
۵. ملازمت پیشہ خواتین کے لیے اُجرت کا تعین اور ملازمت کے اوقات کار کا تعین ان کی سماجی و معاشرتی حیثیت کے مطابق کیا جائے۔
۶. بہتر تو یہ ہوگا کہ خواتین کے لیے مخصوص ادارے ہوں یا مطلوبہ اداروں میں مخصوص شعبہ جات ہوں جہاں صرف خواتین ہی کام کرتی ہوں۔
۷. شہری خواتین اور دیہی خواتین میں موجود فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔
۸. بہت سی خواتین کسی کفیل کی عدمِ موجودگی کے سبب ملازمت پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ ایسی خواتین کی ذمہ داری حکومت پر ہے کہ وہ اُن کے لیے وظائف کا بندوبست کرے۔
۹. وکالت، میڈیکل، انڈسٹری وغیرہ میں خواتین کے مزاج اور فطرت سے متعلقہ ملازمت کے مواقع پیدا کیے جائیں تاکہ وہ بہتر ماحول میں محنت کرکے ملکی تعمیر میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔

گھریلو دستکاری کی صنعت کو مزید توسیع دی جائے کہ اس کے ذریعے خواتین اپنی عزت وحجاب کو مقدم رکھتے ہوئے ملکی معاشی استحکام میں بھی اپنا کردار ادا کرسکتی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1]-القرآن۔۱۷:۷۰

AlQuran: 17,70

[2]-القرآن،۲ : ۲۲۸

AlQuran: 2,228

[3]- القرآن،۳ : ۱۹۵

AlQuran: 3,195

[4]- شبلی، ڈاکٹر احمد، سلسلۃ مقارنۃ الادیان، جلد: ۳، صفحہ نمبر ۲۱۰-۲۱۳، دار المعارف، ت القاہرۃ، ۱۹۸۳ء

Shibli, Doctor Ahmed, Silsila Muqarnatuladyan,V:3,P 210-213, darul muharaf, Alqaira 1983.

[5]-القرآن،۲: ۲۲۸

AlQuran: 2,228

[6]-القرآن،۱۶: ۹۷

AlQuran: 16,97

[7]- البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۱۳۲۱، کتاب النکاح، باب: الوصاۃ بالنساء، حدیث نمبر:۵۱۸۶، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Al Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih al bukhari, P:1312, kitab in nikah, bab: al wssaq bin nissa, hadith,5186, biuret, dar ibn qaseer, 2002

[8]-القرآن،۶۵: ۷

AlQuran: 65,7

[9]- الترمذی، ابو عیسی محمد عیسی، الجامع الکبیر، جلد نمبر:۶، صفحہ نمبر:۱۸۸، کتاب ابواب المناقب، باب فی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۸۹۵، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء

Altirmazi, abu Isa Muhammad isa, aljamiya alkibeer, V: 6, P: 188, kitab abu almunaqib, bab fi alzawaj an nabi salalao aly he wasalam, hadith: 3895, bairoot, daral garb al islami. 1996

[10]-القرآن،۵: ۵

AlQuran: 5,5

[11] -القرآن،۴: ۱۲

AlQuran: 4,12

[12] -القرآن، ۲: ۲۸۲

AlQuran: 2,282

[13]-القرآن، ۲: ۳۴

AlQuran: 2,34

[14]-القرآن، ۳: ۳۴

AlQuran: 3,34

[15]- القرآن، ۳ : ۴

AlQuran: 3,4

[16]- دریاآبادی، مولانا عبدالماجد، تفسیر ماجدی، جلد:۱صفحہ: ۶۹۳، کراچی، مجلس نشریات قرآن

Dariya Abadi, Molana abdul majid, tafseer majad, tafseer majadi, V:1,P:693, Karachi, majlis nasharyat Quran(https://www.millat.com)

[17]- البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۱۳۲۷، کتاب النکاح، باب: المَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِی بَیْتِ زَوجِہَا، حدیث نمبر:۵۱۸۶، بیروت، دارابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Al bukhari, Muammad bin Ismail, Sahi Al Bukhari,P: 1327, Kitab al nikah, Hadith number: 5186, berut, darul ibn kaseer, 2002

[18]- القرآن، ۳۳ : ۳۵

AlQuran: 33,35

[19] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۳۷۵، کتاب العیدین، باب موعظۃ الامام النساء یوم العید، حدیث نمبر : ۳۲۷، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Albukhari, Muhammad bin ismail, sahi al bukhari, P: 375, kitab alhadiyeen, bab muhazia al imam alsniah yuom alhed, hadith: 327, berrut darul ibn kaseer, 2002

[20]-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۳۷۵، کتاب الزکاۃ، باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحج، حدیث نمبر :۱۴۶۶، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Al bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahi al Bukhari , P: 375, kitab alzaka, bab al zakat hala al zuj wal kharooj walayam filhaj, hadith number:1466 beerot darul ibn kaseer,2002

[21]-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۶۲۹، کتاب الہبۃ، باب ہبۃ المرأۃ لغیر زوجہا وعتقہا إذا کان لہا زوج، حدیث نمبر :

۲۵۹۰، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Albukhari, Muhammad bin Ismail, shahi al bukhari, P:629 kitab alhaba bab haba almaratal gair zouja wa hakaha alizkan laha zouj, hadith:2590 berot darul ibn kaseer, 2002

۲۲-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۳۴۹، کتاب الزکاۃ، باب اجر المراۃ اذا تصدقت او اطعمت من بیت زوجها غیر مفسدۃ، حدیث نمبر :۱۴۴۰، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Al bukhari,Muhammad bin Ismail Sahi Albukhari p:349 kitab alzakat, bab aljaraalmarata aza atazsdeeq hadith ,1440, berut darul ibn kaseer, 2002

23 -http://urdu.alarabiya.net/ur/middle-east/2014/08/04-سعودی-خواتین-کی-تجارتی-کمپنیوں-کی/ تعداد-۵۴۲۳۱-ہو-گئی-.html

۲۴-الترمذی، ابو عیسی محمد عیسی، الجامع الکبیر، جلد نمبر: ۴، صفحہ نمبر: ۵، ابواب الولاء والھبۃ، حدیث نمبر: ۲۱۲۵، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء

Al tirmizi, Abu isa Muhammad isa, aljamiya ul kabeer, v,4 p:5 abu ab alwaha walhaba, hadith: 2125, berut darul al garb al islami 1996

۲۵-الزہری، محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبیر، تحقیق: ڈاکٹر علی محمد عمر، جلد: ۱۰، صفحہ نمبر : ۲۸۴، قاہرہ، مکتبہ الخانجی، ۲۰۰۱ء

Alzohri Muhammad bin saeed bin manih, Al tabqat al kabeer, tahqeeq, Dr ali Muhammad umer, v 10 p 284 qahira muktaba alakhaniji 2001

۲۶-الجزری، عزالدین ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۱۵۰۱، بیروت، دار ابن حزم، ۲۰۱۲ء

Aljizri, alhizudeen abu alhasan ali bin Muhammad al mahroof ibn aseer, asad algaba fi maharafa alsahiba, v: 2, p1501, berot darul ibn hazam 2012

۲۷-الزہری، محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبیر، المعروف طبقات ابن سعد، تحقیق: ڈاکٹر علی محمد عمر، جلد: ۱۰، صفحہ نمبر : ۲۹۶-۲۹۷، قاہرہ، مکتبہ الخانجی، ۲۰۰۱ء

Alhizuhri, Muhammad bin saad bin manih, Altabqat al kabeer, almahroof tabqat ibn saad tahqeeq; Doctor ali Muhammad umer jild 10, p 297,296 kahira, muqtaba alkhaniji 2001

۲۸- البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۴۹۶-۴۹۷ ، کتاب البیوع ، باب التجارہ فی البز وغیرہ ، حدیث نمبر: ۲۰۶۰-۶۱، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

AlBukhari, Muhammad bin ismail, Sahi al bukhari, p 496,497 kitab albayo, bab al tajara fi albazro etc hadith 61, 2060, berot darul ibn kaseer 2002

۲۹-الجزری، عزالدین ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر: ۱۱۸۵-۱۱۸۶، بیروت، دار ابن حزم، ۲۰۱۲ء

Al jizri hizudin abu al hasan alia in Muhammad almahroof ibn kaseer , asad algaba fi muhirfa al sahaba , jild number 1, p:1185,1186 berot, darul ibn hazam 2012

۳۰-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۳۶۱ ، کتاب الزکوۃ، باب خرص التمر ، حدیث نمبر: ۱۴۸۱، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Albukhari Muhammad bin Ismail, Sahi al Bukhari, p 361 kitab al zaka, bab khars altamar, hadith: 1481, berot darul ibn kaseer, 2002

۳۱-القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح المسلم ، صفحہ نمبر:۷۲۹، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، الریاض-دار طیبہ، ۲۰۰۶ء

Al kusheari, Muslim bin Hajaj, sahi almuslim, p 729, kitab almasaka, bab fazal alkhars o alzarrah, alriaz, darultayiba 2006.

۳۲-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۳۰۹ ، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن ، حدیث نمبر: ۱۲۷۷، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Albukhari, Muhammad bin Ismail, Sahi al Bukhari, p 309, Kitab al janahiz , bab man astahad alkafan, hadith , 1277, berot , darul ibn kaseer, 2002

۳۳-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۳۵۷، کتاب الزکاۃ، باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحج، حدیث نمبر :۱۴۶۷، بیروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء

Albukhari Muhammad bin Ismail, sahi al bukhari, p 357 kitab al zaka, bab al zaka ali alzawaj wal aitam fil haj hadith number: 1467, berot darul ibn kaseer, 2002

۳۴ -مالک بن انس، المدونۃ الکبری روایۃ سحنون ،جلد :۴، صفحہ :۳۸، وزارة الأوقاف السعودية - مطبعة السعادة، ١٣٢٣هـ

Malik bin Anas,Almudawnatul kubra,V4 P :38

۳۵-بلاذری، احمد بن یحی بن جابر، انساب الاشراف، جلد:۱، صفحہ نمبر: ۳۲۴، بیروت-دارالفکر، ۱۹۹۶ء

Bilazri, Ahmed bin yahaya bin jabir, an nisab al sharaf, V 1,P 324 berot darul fikr 1996

۳۶-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، صفحہ نمبر:۱۴۴۷ ، کتاب الطب، باب اللدود، حدیث ۵۷۱۲، بیروت، دار ابن کثیر،

۲۰۰۲ء

Al bukhari Muhammad bin Ismail sahi al bukhari, p 1447 kitab alatab , bab alalwad, hadith 5712 berot, darul ibn kaseer, 2002

۳۷- شبلی، احمد، ڈاکٹر، تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ، ترجمہ محمد حسین زبیری، صفحہ نمبر: ۲۶۰، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۹ء

Shibli Ahmed ,Dr, Tareekh taleem o tarbiyat islamiya, tarjama Muhammad bin Hussain zubairi, p 260 Lahore, adara saqafat al islamiya 1989

۳۸- بلاذری، احمد بن یحی بن جابر، انساب الاشراف، جلد:۱، صفحہ نمبر: ۵۱۳ -۵۱۴، بیروت-دارالفکر، ۱۹۹۶ء

Bilazri, Ahmed bin yahaya bin jabir, an nisab al sharaf, jild 1, p 513-514 berot darul fikr 1996

۳۹- بلاذری، احمد بن یحی بن جابر، انساب الاشراف، جلد:۱، صفحہ نمبر: ۱۷۵، بیروت-دارالفکر، ۱۹۹۶ء

Bilziri, Ahmed bin yahya bin jabir, Al nisab alashraf,V:1 P:175 berot darul fikr 1996

۴۰-القرآن ، ۲: ۱۵۱

AlQuran: 2,151

۴۱-القرآن، ۲۴: ۱۹

AlQuran: 24,19

۴۲-القرآن، ۲۴: ۳۰

AlQuran: 24,30

۴۳-القرآن: ۲۴: ۳۱

AlQuran: 24,31